**AL-AẒVĀ** الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 34, Issue, 51 , 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

# سماجی تحفظ کا اسلامی تصور۔سیرت طیّبہ (ﷺ) کی روشنی میں

# Islamic Concept of Social Security, in the light of Holy Prophet's life

عتیق الرحمن*
صدف سلطان**

Abstract:
History proved that every human society tried to provide economic protection to its needy members. The contemporary Western social security systems have emerged as a result of evolutionary process. But the idea of social security is not new for Muslims. The Holy Prophet Muhammad (SAW) has given the Islamic concept of social security which was all inclusive, self-sustained and comprehensive. He made it sure that the deprived and neglected classes of the society should be fully protected. And he took many effective steps and measures to ensure the social security of poor, orphans, widows, old age people and disabled persons. Among all these measures Zakāt, a compulsory levy, is a permanent institution for the sake of well-being of deserving persons. The Holy Prophet (SAW) fixed the status that its giving is a duty and receiving is a right. Islam was the first religion to institutionalize the charity. Islamic social system does not only consist of the injunctions of the Holy Qur'ān and Hadīṯh but also the precedents of the Righteous Caliphates. These all-encompassing system established by the Holy Prophet (SAW) was strengthened by his followers as well. They enforced this system in true letter and spirit. Another step of great importance is to impose the liability on the state. So, the caliph is required to protect them from internal and external enemies and look after their material and moral welfare. This research paper aims to highlight the salient features of the Prophetic (SAW) concept of social security.

**Key Words :** Social Security, Holy Prophet's life, Islamic Social Sciences

انسانی زندگی کو مسائل، مشکلات، ناخوشگوار اتفاقات اور حادثات کا ہر دور میں سامنا رہا ہے۔ لہٰذا ہمیشہ معذور، ضعیف، بے روز گار، کمزور، نادار، محروم، محتاج، مسکین اور غریب افراد انسانی معاشرے کا لازمی حصہ رہے ہیں۔ جن کی مدد و معاونت اور انہیں سہارا فراہم کرنے کا جذبہ بھی دیگر افراد معاشرہ میں موجود رہا ہے۔ اس جذبے کی

*ایسوسی ایٹ پروفیسر ،شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی،لاہور، پاکستان
**اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی ،

،لاہور، پاکستان
کوکھ سے جنم لینے والی عملی تدابیر زمان و مکان کی تبدیلی سے متاثر ہوتی رہی ہیں۔ تمدن انسانی کے دیگر پہلوؤں کی طرح اس پہلومیں بھی ارتقاء جاری رہا اور دور جدید میں اس کے لئے سوشل سیکیورٹی (Social Security) کی اصطلاح رائج ہو گئی۔ جس کے تعارف کی غرض سے چند ماہرین سماجیات کی بیان کردہ تعریفوں کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ مثلاً ماریس سٹاک نے لکھا ہے:

"Social security is a programme of protection provided by society against those contingencies of modern life sickness, unemployment, old age dependency, industrial accidents and individualisms against which the individual cannot be expected to protect himself and his family by his own ability or foresight".[1]

جب کہ رابرٹ بار کر کے نزدیک سوشل سیکیورٹی یہ ہے۔

"Social security the provisions society makes to provide income support for citizens whose incomes are lost because of countering statutory defined hazards. Such as being old, sick, young or unemployment".[2]

مسلم ماہر سماجیات ڈاکٹر نور محمد غفاری اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

"In the terminology of Islamic economic order, by social security, we mean the fulfillment of the basic necessititesof life of the citizens of the Islamic state, irrespective of their class and creed.".[3]

جامعہ امام محمد بن مسعود کے استا ڈاکٹر محمد بن احمد الصالح اس اصطلاح کی تعریف یوں کرتے ہیں:

( تلک الرعایۃ التی توفرھا الجماعۃ المفرد، او بعبارۃ اخری گی الرعایۃ التی یکفلھا المجتمع لافرادہ)۔[4]

''یہ وہ تحفظ ہے جو معاشرہ افراد کو فراہم کرتا ہے۔بالفاظ دیگر جس کی ضمانت معاشرہ اپنے افراد کو دیتا ہے۔''

مندرجہ بالا آراء سے واضح ہوتا ہے کہ سوشل سیکیورٹی کی اصطلاح ایسی تدابیر کو محیط ہے جو نامساعد حالات میں معاشرے کی طرف سے ایسے افراد کے لئے اختیار کی جاتی ہیں جو مصائب و آلام کا شکار ہو کر بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہو چکے ہوں۔ لہٰذا اس اندا زسے ان افراد کو نہ صرف اپنی زندگی کے لئے مطلوب ضروریات میسر آتی ہیں بلکہ وہ زندگی کی دوڑ میں شریک ہونے کے قابل بن جاتے ہیں۔ جدید معاشرت میں ان افراد کو نازک حالات میں یہ تحفظ قانوناً حاصل ہے۔ سماجی تحفظ کی یہ جدید صورت ریاست متحدہ امریکہ سے بیسویں صدی کے نصف اول میں سامنے آنا شروع ہوئی جو بعد میں بقیہ دنیا پر ظہور پذیر ہوئی۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے معاشرتی تحفظ کا تصور صدیوں پہلے دنیا کو عطا فرما دیا تھا۔ جسے کفالت عامہ، اجتماعی کفالت اور خود کفالت جیسے الفاظ سے بھی موسوم کیا جا سکتا

ہے۔اور معاصر عربی ادب میں اس کے لئے" الرعایۃ الاجتماعیۃ "کی اصطلاح مستعمل ہے۔

نوع انسانی کےلئے اجتماع ایک ضروری چیز ہے ۔انسان دوسروں سے الگ رہ کر زندگی قائم نہیں رکھ سکتا ۔ نیزیہ کہ باہمی تعاون لازمی امر ہے اگر یہ مفقود ہو تو انسان کو درندے ہی پھاڑ کھائیں گے اور وہ ہلاکت میں جا پڑے گا[5]۔ لوگوں کو اکثر ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں کہ انہیں اپنے ابنائے جنس کی دستگیری کی حاجت رہتی ہے اور ایسے عوارض پیش آنے میں سب لوگ یکساں ہو تے ہیں[6]۔ لہٰذا روز اول سے ہی انسانی معاشرے میں ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کی روایت قائم ہو گئی۔ اورمذہب نے اسکو پختہ کرنے میں مثبت کردار ادا کیا ۔ اس سلسلے میں مطالعہ قرآن سے واضح راہنمائی ملتی ہے کہ انبیاء کرام نے جہاں لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دی وہیں ان کے اصلاح احوال کی بھی بھر پور کوشش کی ۔ اور انہیں تعاون ، تراحم اور باہمی کفالت پر تیار کیا اور زمین پر فساد برپا کرنے کی بجائے اسکی تعمیر و ترقی پر زور دیا[7]۔

قرآن حکیم نے غریبوں، مسکینوں ، یتیموں ، معذوروں، بیواؤں ،مسافروں ، مظلوموں، مجبوروں ، بزرگوں اور عورتوں وغیرہ کی مدد اور ان پر شفقت ورحمت کواپنی بیسیوں آیات مبارکہ کا موضوع بنایا ہے۔ اسی طرح کتب احادیث میں بکثرت فرامین نبوی موجود ہیں جو حاجت مند اور مستحق طبقات اور افراد کی کفالت پر زور دیتے ہیں۔ سلف صالحین اور مفکرین اسلام نے بھی سماجی تحفظ کے اسلامی تصور پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

سیدناعلی ؓ کےبقول اللہ تعالیٰ اہل ثروت کے احوال پر ان کے غرباء کی حاجات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ اگر وہ بھوکے ننگے ہوں گے یا مصائب میں مبتلا ہوں گے تو روز قیامت اللہ تعالیٰ اہل دولت سے باز پرس فرمائیں گے اور اس کوتاہی پر عذاب دیں گے[8]۔

صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مالداروں کے فاضل مال سے محتاجین کی کفالت کرنا فرض ہے[9]۔ تمام ائمہ مجتہدین کابھی یہی مسلک ہے[10]۔

رحمت عالم ﷺ چونکہ ایک آفاقی نظریہ لے کر آئے لہٰذا آپﷺنے ایک ایسا سماجی نظام دیا جس کی بنیادیں تکریم انسانی،احترا م آدمیت ،عدل و انصاف ، شفقت و رحمت ، ایثار و قربانی ، تعاون و تراحم اور مساوات انسانی کے اعلیٰ اصولوں پر استوار ہیں۔ بنی نوع انسان اور اس کے معاشرے کی فلاح و بہبود مقاصد شریعت میں سے ہے کہ امور شرعیہ صرف اس لئے وضع کئے گئے ہیں کہ بندوں کے لئے جلد یا بدیر مصالح حاصل ہوں[11]۔ امام عز الدین عبدالسلام کے نزدیک" الشریعہ کلھا مصالح ،اما تد را مفاسد، اوتجلب مصالح".[12] یعنی شر یعت منافع کا مرقع ہے یا تو یہ خساروں کو رفع کرتی

ہے یا فوائد پہنچاتی ہے۔اسی نکتے کی وضاحت امام ابن تیمیہ کے درج ذیل الفاظ سے ہوتی ہے:

"فان اللہ امر بالصلاح و نہی عن الفساد ، وبعث رسلہ بتحصیل المصالح، و تکمیلھا و تعطیل المفاسد و تقلیلھا" ۔[13]

ترجمہ: بےشک اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا حکم دیا ہے اورخرابی سے منع کیا ہے۔اور اس نے اپنے رسولوں کو فوائد کی فراہمی اور ان کی تکمیل اور مفاسد کی روک تھام اور اس کی کمی کے لئے مبعوث فرمایا ۔

معاشرے کی صلاح و فلاح کی غرض سے نبی رحمت ﷺ نے شبانہ روز محنت فرمائی۔ آپ نے انسانیت کی تکالیف کا مداوا کیا، کمزوروں اور لاچاروں کے مصائب ختم کئے ،مستحقین کی ضروریا ت پوری فرمائیں، محرومیں کو حقوق فراہم کئے ، نظر انداز کئے گئے طبقات کو اہمیت دلائی۔ یوں معاشرے کے تمام افراد کو تحفظ حاصل ہوا۔آپ کی ان تعلیمات سے نہ صرف آپ کی معاصر انسانیت نے استعفادہ کیا بلکہ ا ن کے اثرات سے اولاد آدم ہمیشہ مستفید ہوتی رہے گی۔ کیونکہ آپ نے سماجی تحفظ کا جامع اور موثر تصور پیش فرمایا ۔ کفالت عامہ کے نبویﷺپروگرام کے چند اہم نکات ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

## سماجی خدمات روحانی بالیدگی کا ذریعہ:

ہادیان عالم میں سے آپﷺنے سب سے پہلے اجتماعی کفالت کا مربوط اور منظم نظام فراہم کیا۔ ایک طرف تو اس سے مخلوق خدا کی بھلائی مقصود تھی تو دوسری طرف بلا شبہ اسے خالق سے تعلق کا ذریعہ قرار دے دیا۔اگرچہ اپنے ہم جنسوں سے ہمدردی اور عملاً ان کی حاجت برآری فطری امر ہے۔ جانور بھی ایک دوسرے کی ضروریات میں بسا اوقات مدد کرتے نظر آتے ہیں۔جبکہ انسان نے ان سے کہیں بڑھ کر فطرت سے یہ جذبہ پایا ہے۔انسان اسی بناء پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے کہ وہ باہمی تعاون کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔امداد باہمی کا رحجان اگرچہ جبلی حیثیت کا حامل ہے مگر اس حوالے سے نبی رحمت ﷺکا کارنامہ یہ ہے کہ آپﷺنے اسے عبادت سے تعبیر فرمایا۔ اسے یوں انسان کی روحانی بالیدگی اور ارتقاء کا ذریعہ بنا دیا ۔سماجی تحفظ کے پروگرام کے نفاذ میں اس تعبیر نے محرک کا کام دیا۔ مخلوق کی غمگساری اور مدد واعانت کو خالق سے تعلق کا ایک طریقہ بنا دیا ۔ اور اس سے اعراض اللہ تعالیٰ کے حقوق میں غفلت بتایا گیاجیسا کہ ذیل کی حدیث قدسی سے واضح ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عز و جل یقول یوم القیامۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی، ! قال یا رب کیف اعودک و انت رب العالمین؟ قال اما علمت ان عبدی مرض فلم تعدہ؟ اما علمت انک لو

عدتہ لو جدتنی عندہ۔[14]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہﷺنے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے ! میں بیمار ہوا تو تُو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے میرے پروردگار تُو تو سارے جہان کا پررد گار تھا میں تیری عیادت کیسے کرتا؟فرمائے گا کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

## اسباب معیشت تک سب کی رسائی:

تمام افراد معاشرہ کے لیے بنیادی معاش میں مساوات کا حق مسلمہ حقیقت ہے یعنی خالق کائنات کے پیدا کردہ اور عطا کردہ اسباب معشیت سے ہر انسان مساوی طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی چند آیات مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ [15]

ترجمہ:وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا ۔

﴿وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ﴾[16]

ترجمہ: ہم نے تمھیں زمین میں اقتدار دیا اور اس میں تمھارے لیے معاش کے سامان رکھ دیے۔

﴿وَفِی السَّمَآئِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْن ﴾[17]

ترجمہ: اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ﴾[18]

ترجمہ:اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، اُس سب کو اُس نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔

مشہور صحابی رسول ابو سعید خدری مندرجہ ذیل فرمان نبوی روایت کرتے ہیں:

من كان معہ فضل ظہر فليعد بہ على من لا ظہر لہ و من كان لہ فضل زاد فليعد بہ على من لا زاد لہ قال: فذكر أصناف المال ما ذكر حتى رأينا أنہ لا حق لأ حدمنا فی فضل۔[19]

ترجمہ: جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس ضرورت کی سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد کھانا اور سامان ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس ضرورت کا کھانا نہیں۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد اصنافِ مال کا ذکر فرمایا۔ صحابہ فرماتے ہیں: حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ زائد از ضرورت کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں ہے۔

اصل رزق میں برابری کے نظریہ کے ساتھ ساتھ انفرادی ملکیت کا تصور بھی اسلام میں واضح ہے۔گویا اسلام چاہتا ہے کہ اسباب معیشت تک سب انسانوں کی رسائی برابری کی بنیاد پر ہو اور جب اللہ کا رزق بندوں کی انفرادی ملکیت میں آجائے تو اس خاص فرد کا اس خاص مال ودولت پر انفرادی ملکیت کا حق تسلیم کر لیا جائےیہی وجہ ہے کہ اصل رزق میں برابری کے باوجود یہاں درجات رزق میں تفاوت کو حکمت خداوندی سے تعبیر کیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشادربانی ہے:

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾[20]

ترجمہ:کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ لوگ تقسیم کریں گے؟ ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کا سامان دُنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے درجات میں فوقیت دے دی ہے. تا کہ بعض لوگ دوسروں کو خدمت گار بنا سکیں. اور آپ کے رب کی رحمت کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

اور یہ فطری تفاوت محض مراتب رزق میں درست ہے بنیادی حق معیشت میں قطعاً روا نہیں۔ اسلام اس بات کا متقاضی ہے کہ درجات میں یہ کمی بیشی ایسے اعتدال پر قائم رہے کہ بہر صورت افراد معاشرہ کے مابین یہ ظلم وزیادتی اور جبرواستحصال کا سبب نہ بن جائے۔معاشرے کے امیر افراد امیر تر اور غریب افراد غریب تر نہ ہوتے چلے جائیں۔

## انفاق فی سبیل اللہ کی لازمی حیثیت:

آپﷺسے قبل بھی دنیا میں خیرات کا رواج موجود تھاشاید ہی کوئی مذہب ایسا ہو جس میں خیرات کا تصور موجود نہ ہولیکن آپﷺنے اس سلسلے میں یہ کردار ادا کیا کہ اس بنیادی حیثیت میں تبدیلی پیدا کر دی۔عیسائیت کی نظر میں اس کی جو حیثیت گناہوں کے کفارے تک محدود تھی اب اُس میں وسعت پیدا کر دی۔تعلیمات نبویﷺکے مطابق یہ نہ صرف گناہوں کا کفارہ ہے بلکہ تقرب الی اللہ، بعد از موت ثواب، حشر میں سائے کے حصول، رزق میں خیر و برکت مصائب و آلام سے نجات، جنت میں داخلے اور جہنم سے برات کا ذریعہ ہے[21]۔ گویا اسلام نے خیرات کے محرکات میں اضافہ کر کے محتاجین و محرومین کی ضرورت کو بھی بنیادی حیثیت فراہم کر دی۔ امراء کی خصوصی توجہ کے لیے قرآن حکیم نے خوبصورت انداز اختیار فرماتےہوئےانہیں احساس دلایا کہ ان کے اموال میں مانگنے والوں اور محرومین کا حصہ رکھ دیا گیا ہے ۔ [22]

اس سلسلے میں پیغمبرﷺاسلام نے پہلی دفعہ خیرات کو باقاعدہ ایک

ادارے کی شکل فراہم کر دی۔قرض حسنہ ،ہبہ، عاریت، عطیہ وصیت وغیرہ جیسی رضاکارانہ صورتوں کومشروع قرار دیا وہیں زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر، قربانی، کفارات اور نذور وغیرہ کو واجب قرار دیا۔ گویا ایک طرف تو انفاق فی سبیل اللہ کی اختیاری حیثیت کو بحال رکھا تو دوسری طرف لازمی حیثیت فراہم کر کے کفالت عامہ کے نظام کو ٹھوس بنیاد فراہم کر دی۔

اسلامی ریاست کفالت عامہ کی ذمہ دار: نبوی! نظامِ کفالتِ عامہ میںریاست کی ذمہ داری مسلمہ ہے۔ مغرب نے اس ذمہ داری کو بہت بعد میں محسوس کیا ہے۔ جبکہ سیرت طیبہ سے مترشح ہے کہ کسی بھی مملکت اور سربراہ کے ساتھ اس کا تعلق اساسی اور ہنگامی نوعیت کا ہے۔ نبی اکرمﷺنے مدینہ کی اسلامی ریاست کا سنگِ بنیاد رکھتے ہی اس ذمہ داری کو بخوبی سر انجام دینے کے لیے انصار و مہاجرین کے ما بین رشتہ مواخات کو قائم فرمادیا۔حضور نبی اکرمﷺ نے یوں مہاجرین کی خوراک ، رہائش، روزگاراور آباد کاری کا فوری انتظام فرما کر کفالت عامہ کی قابلِ تقلید مثال پیش فرمائی۔ ریاست اسلامی کے عہدیداران، ذمہ داران اور حکمرانوں کے لئے اس ضمن میں آپﷺکی راہنمائی اور تنبیہہ ذیل کی احادیث مبارکہ سے واضح ہے:

ا ) من و لاہ اللہ شیئاً من امر المسلمین فاحتجب دون حاجتھم و خلتھم و فقرھم احتجب اللہ عنہ دون حاجتہ و خلتہ و فقرہ۔[23]

ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا پھر وہ ان کی ضروریات ، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے ملنے سے گریز کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بھی حجاب فرما لے گا، جب وہ ضرورت مند ، محتاج اور فقیر ہو گا۔

۲ ) ما من امام یغلق بابہ دون ذوی الحاجۃ والخلۃ والمسکنۃ إلا اغلق اللہ ابواب السماء دون خلتہ و حاجتہ و مسکنتہ۔[24]

ترجمہ: جو بھی حاکم حاجت مندوں ، محتاجوں اور مسکینوں کے لئے اپنے دروازے بند رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرورت ، حاجت اور مسکنت کے لئے اپنے دروازے بند رکھتا ہے۔

سربراہ مملکت اپنی رعایا پر انتہائی شفیق ہوتا ہے۔عوام کے ساتھ اس کا تعلق سربراہ خاندان کی طرز کا ہوتا ہے[25]۔ اوریوں ان کے سماجی تحفظ اور کفالت کا نگران ہوتا ہے۔کیونکہ وہ گڈریئے کی طرح اپنی رعایا کی حفاظت پر مامور سمجھا جاتا ہے[26]۔تعلیمات و تربیت نبویﷺکا اثر تھا کہ خلفاء راشدین اور بعد کے مسلم حکمرانوں نے اجتماعی کفالت کے فریضے کو بحسن و خوبی سر انجام دیا۔حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے عہدِ خلافت میں عوام کی کس قدر خواہی فرما ئی ،اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ انتقال کا وقت قریب تھا تو سیدہ عائشہ  کو وصیت فرما ئی کہ کفن کے لیے مطلوب تین کپڑوں میں سے دو تو وہی ہیں جو میرے بدن پر اس وقت ہیں اور ایک بازار سے خرید لینا۔

سیدہ عائشہ نے تینوں کپڑے نئے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کہ بیٹی نئے کپڑوں کے زندہ لوگ بہ نسبت مردوں کے زیادہ مستحق ہیں[27]۔سیدناعمر فاروق خود کو عوام کی سماجی کفالت کا نہ صرف ذمہ دار مانتے تھے بلکہ اس سلسلے میں بارگاہِ الٰہی میں جواب دہ بھی سمجھتے تھے۔ آپ کا مشہور فرمان ہے:

لومات جمل ضیاعاً علی شط الفرات لخشیت أن یسألنی اللہ عنہ۔[28]

ترجمہ: اگر ساحلِ فرات پر کوئی بے سہارا اونٹ مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔

دوسری روایت میں ہے:

لو ماتت شاۃ علی شاطیء الفرات ضائعۃ، لظننت أن اللہ سائلی عنھا یوم القیامۃ۔[29]

ترجمہ: اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مر جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں جواب ،طلبی فرمائے گا۔

سیدنا عمر فاروق خود کو انسانوں کی سماجی کفالت کے ساتھ ساتھ پالتو جانوروں کی غذائی ضروریات کا بھی ذمہ دار خیال کرتے تھے۔عمر بن عبدالعزیز بھی یقینا اپنی رعایا کے حقیقی معنوں میں کفیل تھے مگر احساس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ مساکین،فقراء، محتاجین، قیدیوں اور مظلوم ومقہور لوگوں کے حقوق کو یاد کر کے بسا اوقات رونے لگ جاتے تھے[30]۔

**فلاحی ریاست کے مالی وسائل:** کفالت عامہ کے تناظر میں ریاست کو اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونے کے لیے جس طرح کے مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اُن کی فراہمی کا بندوبست بھی اسلامی نظام کفالت میں کر دیا گیا ہے ۔آنحضرت ﷺنے ان حکومتی ذرائع کے بارے میں جو رہنمائی فرمائی ہے اُس کی فہرست مرتب کی جائے تو یہ ہوگی۔زکوٰۃ ، عشر، خراج، جزیہ، مال فئے، خمس، ضرائب ، کراء الارض، اموال فاضلہ اور اوقاف[31]۔یہ وہ خصوصی مدات ہیں جن کی بناء پر حکومتی معیشت میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور نتیجتاً محتاجوں ، غریبوں، بیواؤں، ضرورت مندوں، مسافروں، مقروضوں، بچوں، بوڑھوں اور بے سہارا لوگوں کے معاشی تحفظ کا انتظام و انصرام ہوتا ہے۔

## نظام زکوٰۃ اور سماجی تحفظ:

مذکورہ بالا مالی مدات میں سے زکوٰۃ کو باقاعدہ طور پر ایک ادارے اور نظام کی حیثیت حاصل ہے۔اور یہ نظام اجتماعی کفالت کے نبوی ﷺتصور میں ریڑھ کی ہڈی کی اہمیت کا حامل ہے۔اس کے باقاعدہ قوانین اور ضوابط ہیں۔ یعنی زکوٰۃ کے مصارف، شرح، نصاب، مکلفین اور اس کی تمام تر مستثنیات وغیرہ مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔زکوٰۃ اجتماعی

کفالت کی ضمانت کا دنیا میں پہلا مربوط ومنظم نظام ہے اس کے لیے علیحدہ بیت المال ہوتا ہے اور الگ آمد ن وخرچ کا تخمینہ لگایا جاتا ہے[32]۔ یہ صرف ترغیب اور ترہیب کی زبانی ہدایات پر مشتمل نہیں بلکہ حکومتی عملداری کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص شرح سے صاحبِ نصاب افراد معاشرہ سے رقم کی وصولی حکومت کی ایسی ذمہ داری ہے کہ منکرین کے خلاف حکومتی تلوار بلا چون و چرابے نیام ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف سیدنا ابو بکر نے باقاعدہ قتال فرمایاتھا[33]۔

یہ مسلمانوں کے مال پر اللہ اور اُس کے رسول اور غرباء و مساکین کی طرف سے عائد ہونے والا ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی شخص ، ادارہ اور طبقہ بشمول ریاست کے اس سے دستبرداری کا استحقاق نہیں رکھتا۔ایک اعتبار سے یہ رکن اسلام کی حیثیت سے عبادت ہے تو دوسرے لحاظ سے یہ اجتمائی ٹیکس یا فریضہ ہے جو غریبوں ، ناداروں اور محتاجوں وغیرہ کے سماجی تحفظ کا اہم سبب ہے ۔ گویا زکوٰۃ سماج کا حق ہے جو فرد پر واجب ہے تاکہ ضرورت مند طبقات کی حا جت پوری ہو سکے[34]۔بالفاظ دیگر یہ ایسا سماجی فنڈ ہے جو حادثات اور ناگہانی آفات کے متاثرین اور مشکل حالات کے شکار افراد کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے ۔اور اِسی پر ہی اس طرح کی ہنگامی، حادثاتی، اتفاقی اور ناگہانی ضروریات کا انحصار ہوتا ہے[35]۔

زکوٰۃ کے سلسلے میں شرعی اصول یہ ہے کہ مسلمان حکومت یہ ذمہ داری اپنے اوپر لے کر خود اسے جمع کرے اور پھر خود مستحقیق پر اسے خرچ کرے۔ چنانچہ زکوٰۃ کا جمع کرنا اور مستحق افراد معاشرہ تک اسے پہنچانا حکومت کے سپرد کیا گیا ہے نہ کہ لوگوں کی ذاتی صوابدید اور انفرادی تدبیر پر چھوڑا گیا ہے۔ اس اصول میں بھی فقراء و مساکین کے لئے کئی ایک فوائد پوشیدہ ہیں مثلاً (ا) معاشرے میں ایسے افراد ہو سکتے ہیں جو حُب دنیا اور حب مال کا شکار ہو چکے ہوں۔ اگر ان افراد کی صوابدید پر فقراء و مساکین کے حق کو چھوڑ دیا جائے تو خدشہ ہے کہ یہ محروم رہ جائیں گے۔ (ب) فقراء و محتاجین اپنا حق کسی دولت مند سے لینے کے بجائے حکومت سے وصول کریں گے تو عزت نفس بر قرار رہے گی اور احساسات مجروح نہیں ہوں گے۔ (ج) تقسیم میں بد نظمی سے بچا جا سکتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اکثر دولت مند ایک ہی مستحق فرد کو دیتے رہیں اور اس سے زیادہ مستحق افراد بوجوہ نظر انداز ہوتے رہیں [36]۔

زکوٰۃ کی شرح اگرچہ متعین ہے مگر مستحقین کی ضرورت کے پیش نظر حکومت کو اختیار حاصل ہے کہ مزید ٹیکس لگا کر معاشرے کے محروم طبقات کی ضروریات کا اہتمام کرے اور یوں ان کے معاشی تحفظ کو یقینی بنائے[37]۔ اگرچہ چند فقہاء کرام کے نزدیک زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس لگانا جائز نہیں تا ہم امام ابن حزم نے ایسے قطعی دلائل سے اس رائے کا توڑ کیا

ہے کہ بقول یوسف قرضاوی رد و اعتذار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی[38]۔ امام ابن حزم کے نزدیک ہر علاقے کے دولت مند افراد پر فرض ہے کہ وہ اپنے علاقے کے فقراء کے نان و نفقہ کی ذمہ داری قبول کریں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو حاکم وقت انہیں اس پر مجبورکرے۔ اگر زکوٰۃ اور دیگر اموال سے ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں تو ان کی خاطر امیر مسلمانوں پر اس قدر ٹیکس عائد کیا جائے جو اِن کی خوراک، گرمی سردی کے لباس اور رہائش کے لئے کافی ہو[39]۔

## نجی شعبہ کا کردار:

سیرت نبویﷺسے ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے کہ محروم المعیشت افراد، غیر متوقع نقصانات کے شکار لوگوں اور حادثات وغیرہ کے متاثرین کی بحالی اور ان کے تحفظ کی یقینی طور پر ذمہ داری ریاست اسلامی پر عائد ہوتی ہے تا ہم ساتھ ہی ساتھ صاحب استطاعت افراد معاشرہ کو بھی اس میں شامل کیا ہے کہ وہ نجی طور پر مذکورہ بالا مستحقین کے تحفظ کی مقدور بھر کاوش کریں۔ نجی شعبہ کی شمولیت سے دو طرفہ مفادات حاصل ہوں گے۔ ایک طرف تو ان محتاجین کی حمایت ممکن ہو سکے گی اور ان کے معاشی و سماجی تحفظ کے امکانات میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور دوسری طرف ان ذی استطاعت افراد کی اخلاقی تربیت بھی ہوتی رہے گی۔ اور وہ ان اخلاقی ذمہ داریوں کو قانونی ذمہ داریوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بہتر طور پر ادا کرنے کے عادی بن جائیں گے۔ نجی شعبہ کے کردار کی حیثیت متوازی سرگرمیوں کی ہے بلکہ اگر کبھی حکومت بطور اصلی ذمہ دار کے اپنے فرض سے غفلت برتتی ہے تو متبادل انتظام کے طور پر نجی شعبہ موجود رہے گا۔ اور یوں گئے گزرے حالات میں بھی غرباء و دیگر محتاجین نظر انداز ہو کر نہیں رہ جائیں گے۔

معاشرہ کے امراء کی کفالت عامہ کے پروگرام میں شرکت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور صدقات نافلہ کی کئی مدات کے ساتھ ساتھ صدقات واجبہ میں سے بھی کفارات اور صدقہ فطر کی مدات کو اس شعبے کے مالی ذرائع کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس فہرست میں قرض حسنہ، ہبہ، عاریت، وصیت، امانت، اوقاف، کفارات، میراث، نفقات اور صدقہ فطر وغیرہ شامل ہیں[40]۔ غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اجتماعی کفالت کی اسکیم میں نجی شعبے کے کردار پر حقوق العباد کے عنوان سے زور دیتی ہے۔ والدین، اولاد، اساتذہ، تلامیذ، زوجین، خواتین، ہمسایوں، رشتہ داروں، بہنوں، بھائیوں، محتاجوں، بوڑھوں،گاہکوں، اقلیتوں، حکمرانوں، رعایا، معذوروں، قیدیوں، بچوں، مہمانوں، خداموں، مزدوروں اور مسافروں سمیت تمام طبقات معاشرہ کے حقوق پر بالتفصیل نبویؐ تعلیمات موجود ہیں ۔ اور ان حقوق کی خصو صیات میں سے ہے کہ یہ کامل اور ناقابل تنسیخ ہیں۔ کیونکہ یہ اسلامی شریعت کا حصہ ہیں اور یہ کسی مخلوق کا اپنے جیسی

مخلوق کو تحفہ نہیں ہیں کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق پر انکے ذریعے احسان کرے اور جب چاہے اس سے چھین لے بلکہ یہ حقوق شارعین اسلام نے مختص کئے ہیں۔

## مستحق افراد و طبقات کی تکریم:

سماجی تحفظ کے نبویﷺپروگرام میں انسان کی عزت نفس اور خود داری کی سلامتی کا مکمل اہتمام نظر آتا ہے۔ حاجت مند کی سرزنش کرنے اور اسے جھڑکنے سے ذات باری تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں منع فرما دیا۔ محتاجین کی تکریم ذات کی خاطر نبوی تعلیم وارد ہوئی ہے کہ صدقہ اس طرح دیا جائے کہ دائیں ہاتھ سے دیں تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ تکریم انسان کی خاطر اس سے بہتر اور کیا اسلوب اختیار کیا جا سکتا تھا کہ امراء کو یہ بتا دیا گیا کہ:ہل تنصرون و ترزقون بضعفائکم[41] یعنی تمہیں تمہاری روزی ضعفاء کے سبب ملتی ہے۔ اسلامی معاشرے کی اجتماعی کفالت کے ضمن میں محتاجین اور محروم المعیشت افراد سماج پر بوجھ نہیں سمجھے جاتے بلکہ فی الحقیقت وہ ایسے معزز شہری سمجھے جاتے ہیں جو رحمت الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ کلام الہٰی نے ذیل کی آیت مبارکہ کے ذریعے امراء کی ذہن سازی کی ہے کہ جو تم ناداروں کو دے رہے ہو یہ تمہارا احسان نہیں ہے بلکہ یہ تو مقرر حصہ ان ہی کا ہے جو تمہارے مال میں رکھ دیا گیا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ فِیْۤ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌO لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾[42]

**خود انحصاری:** اسلام کو بنی آدم کا فقر و احتیاج میں مبتلا رہنا قطعاً گوارا نہیں۔ اگرچہ اس کا ایک حل تو بیرونی امداد کی صورت میں موجود ہے۔ لیکن اس حل پر ایک دوسری بات کو واضح فوقیت اور ترجیح بلکہ اوّلیت حاصل ہے کہ فرد اگر استطاعت رکھتا ہو تو اپنے زور بازو پر اپنی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرے۔

ہر صاحب قدرت کو پابند بنایا گیا ہے کہ وہ روزی کی تلاش میں سر گرم عمل ہو اور خود انحصاری کے تحت اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت خود کرے۔ اس حوالے سے کتاب و سنت میں جس قدر تاکید آئی ہے اس سے یہ استنباط کرنا ہر گز غلط نہ ہو گا کہ خود انحصاری اسلام کی معاشی اور معاشرتی تدابیر میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ زکوٰۃ وغیرہ کی رقم سے دی جانے والی امداد آخری اجتماعی بچاؤ ہے جو اصل میں ان افراد کے لئے سماجی تحفظ ہے جو باوجود کوشش کے کسب معاش میں ناکام رہیں یا پھر کم از ضرورت مال کما سکیں[43]۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رزق کی تلاش کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِہَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ﴾[44]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو رام کر دیا ہے، لہٰذا تم اُس کے مونڈھوں پر چلو پھرو، اور اُس کا رزق کھاؤ، اور اُسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

اسلام نے جہاں رزق اور روزی کی تلاش کی ترغیب دی ہے اور

فضائل بتائے ہیں وہیں دوسری طرف اُن تمام نفسیاتی اسباب ا ور عملی عوامل کو دور کرنے کی کوشش بھی کی ہے جو افراد معاشرہ کے اکتساب معاش کی راہ کا پتھر بن کر انہیں روک سکتے ہیں۔ متلعقہ تعلیمات اسلامیہ میں سے چند ایک کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے[45]:

(ا) بعض لوگ ترک دنیا کر کے خودکو عبادت الہٰی کے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں اور نتیجتاً روزی کے حصول کی کوشش سے دستبردار ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اس حوالے سے نبویﷺاحکام و تعلیمات سے بے بہرہ ہیں۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ یوم جمعہ کے با برکت دن کے حوالے سے بعد از نماز معاشی جد و جہد کی ترغیب کی خاطر فرمان الہٰی ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[46]

ترجمہ: پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ، اور اﷲ کا فضل تلاش کرو، اور اﷲ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

(ب) کام کاج نہ کرنے کی ایک نفسیاتی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ کچھ لوگ اسے عار سمجھتے ہیں اور اپنی بے عزتی اور رسوائی محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ یہ بات خلاف شرع ہے اور روزی کمانے کی غرض سے جد و جہد کرنا تو سنتِ انبیاء ہے جیسا کہ نبی کریمﷺنے فرمایا:مابعث اﷲ نبیاً إلّا و رعی الغنم[47] یعنی اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

(ج) کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے علاقے میں کام کاج میسر نہ آئے تو دوسرے علاقوں میں جا کر معاشی جد و جہد کرنے پر اپنے وطن میں بیکار رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو حکم نبویﷺہے کہ: سافروا تستغنوا[48] یعنی سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔

(د) سستی اور کاہلی سے مغلوب ہو کر بعض لوگ ناکارہ پڑے رہتے ہیں اور دوسروں کے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ وغیرہ پر گزارہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ماسوائے نیت کے فتور کے اور کوئی عذر لاحق نہیں ہوتا تو ایسے افراد کے لئے جہاں اخروی وعیدیں وارد ہوئی ہیں وہیں واضح کیا گیا ہے کہ ان کا دوسروں کے اموال میں کوئی حصہ نہیں جیسا کہ فرمان نبویﷺہے:لا حظ فیھا لغنی ولا لقوی مکتسب[49] یعنی اس میں کسی مالدار یا کمانے پر قادر شخص کا کوئی حصہ نہیں ۔جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا:لا تحل الصدقۃ لغنی، ولا لذی مرۃ سوی[50] یعنی صدقہ مالدار ، طاقت ور اور سلیم الاعضاکے لئے جائز نہیں۔

(ہ) معاشرے میں چند افراد ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کی نیت میں کوئی خرابی نہ ہو مگر وہ تلاش معاش کی کوئی تدبیر کرنے سے قاصر ہوں۔ ایسے میں دیگر افراد معاشرہ پر بالعموم اور صاحبان اقتدار و اختیار پر

بالخصوص ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے سادہ لوح افراد کو ان کے حسب حال کوئی کام تلاش کر کے دیں اور یوں ان کا معاشی تحفظ یقینی بنائیں۔ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح راہنمائی میسر آتی ہے کہ اس طرح کے افراد کی مدد کرنے کی یہی بہترین صورت ہے۔ ایک انصاری صحابی نے جب آپ کے سامنے اپنی بے کاری کی شکایت کی تو اس نے آپﷺکے استفسار پر بتایا کہ میرے گھر میں ایک پالان اور ایک پیالہ ہے۔ تو آپﷺ نے دونوں چیزیں منگوا کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کو دو درہموں کے عوض بیچ دیں۔ پھر اُس صحابی سے کہا کہ ایک درہم سے اپنے اہل خانہ کے لئے کھانا خرید لاؤ اور ایک درہم سے کلہاڑی خرید لاؤ۔ پھر آپﷺنے خود اپنے دست مبارک سے کلہاڑی میں دستہ لگایا اور انصاری کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے کا روزگار سمجھایا تو جب وہ پندرہ دن کے بعد لوٹا تو وہ اپنی کمائی سے دس درہم جمع کر چکا تھا۔ تو اس موقع پر آپﷺنے اُسے محنت کا فلسفہ یوں سمجھایا کہ ہذا خیرلک من ان تجئی المسألۃ نکتۃ فی وجھک یوم القیامۃ[51] یعنی یوں کما کر کھانا تیرے لئے بہتر ہے اس سے کہ مانگنے کی وجہ سے قیامت کے دن تیرا چہرہ داغدار ہو۔

گویا سیرت نبویﷺ سے یہ راز معلوم ہوتا ہے کہ کسی حاجت مند کی مالی معاونت کر کے محض وقتی امداد فراہم کرنے سے کوئی پائے دار حل نہیں نکلتا بلکہ اصل یہ ہے کہ اس کی دستگیری کا احسن طریقہ اختیار کیا جائے تا کہ وہ اس حالت سے مستقل نجات پا سکے اور معاشرے کا مفیدکارکن بن سکے۔ یوں اسلامی معاشرے سے غربت و افلاس کو دور کرنے جیسے اہم اور اعلیٰ مقصد میں کامیابی کے امکانات روشن ہوتے چلے جائیں گے۔

## غیر مسلم اور سماجی تحفظ کا نبویﷺتصور:

اللہ تعالیٰ نے آپﷺکو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا لہٰذا آپ کی شفقت اور عنایت کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ لہٰذا آپ نے کفالت عامہ کی جو اسلامی اسکیم تیار فرمائی تھی اُس کا دائرہ پوری انسانیت تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات اسلام کے نظام کفالت عامہ کی شان کو دوبالا کر دیتی ہے کہ یہ تمام شہریوں کے لیے رنگ و نسل اور عقیدہ و مذہب کے کسی امتیاز کے بغیر ہے۔ اجتماعی کفالت سے متعلق قرآنی و نبوی نصوص میں کا فرو مسلم کی کوئی تمیز و تخصیص نہیں ملتی اور نہ ہی عہد نبوی اور خلفاء راشدین کے دور میں ایسی کوئی تفریق ڈھونڈے سے تلاش کی جا سکتی ہے۔ بلکہ ان ادوار کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ کفالت عامہ کے تناظر میں مسلم وغیر مسلم رعایا اسلامی ریاست کی نظر میں مساوی ہیں۔ عہد صدیقی □ میں خالد□ بن ولید نے بطور فاتح جو معاہدہ اہل حیرہ سے کیا وہ اس مساوات کی دستاویزی شہادت ہے۔ اس تحریری معاہدے میں واضح کیا گیا تھا کہ فقر و فاقہ، بیماری، بڑھاپے اور آفاتِ سماوی و ارضی کے خلاف انہیں اور ان کے اہل خانہ کو تحفظ فراہم کیا جائے گا[52]۔ گویا یہ تاریخ کی نہ صرف پہلی بلکہ نادر مثال ہے

کہ مغلوبین کو فاتح قائد نے سوشل سیکورٹی کی باقاعدہ اور تحریری ضمانت دی[53] ۔ جب کہ عہد فاروقی  کا واقعہ مشہور ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے بوڑھے یہودی کو دیکھا کہ بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ نے جب اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ جزیہ کی ادائیگی، معاشی ضروریات اور پیرانہ سالی۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے جا کر جو موجود تھا دے دیا۔ جزیہ بھی معاف کر دیا اور بیت المال کے خزانچی کو حکم دیا:

انظر ہذا و ضرباء ہ، فو اللہ ما أنصفناہ أن أکلنا شبیبتہ ثم نخذ لہ عند الہرم[54]

ترجمہ: اس جیسے دوسرے افراد کا خیا ل رکھو کیونکہ خدا کی قسم یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے (جزیہ ) کھائیں اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔

فقہ اسلامی میں یہ تصریح موجود ہے کہ صدقات واجبہ کے علاوہ بیت المال کے محاصل کا تعلق جس طرح اسلامی قلمرو کی مسلمان رعایا کی ضروریات زندگی سے وابستہ ہے اسی طرح غیر مسلم (ذمی) کی حاجات وضروریات سے بھی متعلق ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے وضاحت کر دی ہے کہ صدقات نافلہ سے حربی مستامن کی مدد بھی کی جا سکتی ہے۔ سیدنا عمر فاروق  نے فقراء و مساکین میں جو غیر مسلموں یعنی ذمیوں کو بھی شامل کر لیا تھا اس قول کو حضرت امام ابو یوسفؒ نے فقہ میں سند ٹھہرایا ہے[55]۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ اخذ کرنا مشکل اور بے جا نہیں کہ اسلام نے سماجی تحفظ کو ایک انسانی حق قرار دے دیا تھا۔ بقول سید اسعد گیلانی '' خود کفالتی کے اس عمل پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا کہ محتاج کا عقیدہ کیا ہے اور وہ کس شریعت کا پابند ہے۔ یہ وہ بلند مقام ہے جس کی طرف اقدام میں آج انسانیت کے قدم تھک چکے ہیں اور وہ اب بھی اس سے بہت دور ہے۔ انسانیت کو اس مقام تک صرف اسلام ہی پہنچا سکتا ہے[56]۔

## حواشی و حوالہ جات


1. Maurice Stack in Walter A. Fried Lander, Introduction to social Welfare, Prentice Hall, New Jersey, 1968, p. 5.
2. Robert L. Barker, The Social Work Dictionary, NASW, Washington, D.C., 1995, p.355-56.
3. NoorMohammad ghifari, Social Security in Islam, Atiq Publishing House, Lahore, 1989, p. 1.
4. الدکتور محمد بن احمد الصالح، الرعایۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام ، مکتبہ الاسکندریہ ، 1999، ص25
5. ابن خلدون ، مقدمہ ، الدار البیضا ، 2005، ص 67-68
6. شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ،دارالجیل ،بیروت ، 2005،89/1
7. بنجلون، عبدالرحیم، النھوض بالرعایۃ الاجتماعیۃفی ضو مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، فی مجلۃ الاحیا، کلیۃ العلوم الاسلامیہ ، جامعۃ باتنہ، العدد 36، 2012، ص

8. ابو عبید القاسم بن سلام ، کتاب الاموال، دارالهدی النبوی ، مصر، 2007، 278/2
9. ابن حزم الاندلسی ، احمد بن سعید ، المحلیٰ ادارة الطباعة المنیریة، مصر، 1349ھ، 158/6
10. سیوہاروی ، حفظ الرحمٰن ، اسلام کا اقتصادی نظام ، ندوة المصنفین ، دھلی، س ن
11. الشاطبی، ابو اسحاق، الموافقات فی اصول الشریعة ، دارالکتب العلمیة، بیروت، 2004، ص220
12. السلمی، عزالدین بن عبدالسلام ، قواعد الاحکام فی مصالح الانام ، دارالطباع، دمشق، 1992، ص31
13. ابن تیمیہ ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع فتاوی شیخ الاسلام ، مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف ، 2004، 266/31
14. مسلم بن الحجاج القشری، المسند الصحیح المختصر (صحیح مسلم)، دارالسّلام للنشرو التوزیع، الریاض ، 2000ء، حدیث نمبر 2569
15. البقرة: 29
16. الاعراف:10
17. الذاریات: 22
18. الجاثیة: 13
19. المسند الصحیح المختصر (صحیح مسلم)، حدیث نمبر 1728.
20. الزخرف: 32
21. البقرة: 268، الشوریٰ: 30، البخاری، ابو عبدالله محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر (صحیح البخاری)،دارالسّلام للنشر و التوزیع، الریاض 2000ء، حدیث نمبر 1423، المسند الصحیح المختصر (صحیح مسلم)، حدیث 993، 1016، 1631
22. الذاریات: 19
23. ابو داؤد سلیمان بن الاشت، سنن ابی داؤد، دارالسّلام للنشر و التوزیع، الریاض، 2000ء، حدیث نمبر 2948؛علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔الخطیب التبریزی،مشکاة المصابیح،تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی،المکتب الاسلامی، بیروت، 1979، حدیث نمبر 3655
24. الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی،دارالسّلام للنشر و التوزیع، الریاض، 2000ء، حدیث نمبر 1332؛امام ترمذی نے خود اس حدیث مبارکہ کو ضعیف قرار دیا۔
25. Khalid Makhad, Social Security in Islamic State, Voice of Islam, Karachi, (15), March, 1967, p. 360.
26. ابن تیمیتہ، احمد بن عبدالحلیم، السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعی والرعیة، دار عالم الفوائد ،س ن، ص 14
27. پروفیسر امیر الدین مہر، اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، نشریات، لاہور، 2009ء، ص 355
28. ابن سعد، ابو عبدالله محمد، الطبقات الکبریٰ، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1990، 3/305
29. ابو نعیم احمد بن عبدالله الاصفہانی، حلیة الاولیاء، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1988، 1/53
30. ابو یوسف یعقوب بن ابراہم، کتاب الخراج، دارالمعرفہ للطباعة والنشر، بیروت، 1979، ص 17
31. صلاح الدین ثانی، اسلام کا نظام کفالت عامہ، سہ ماہی منہاج، لاہور، جولائی 2001ء، ص 20

32. اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام، ص 424
33. الجامع المسند الصحیح المختصر (صحیح البخاری) ، حدیث نمبر 1400،
34. سیداسعد گیلانی مولانا، زکوٰۃ دنیا کی سب سے پہلی اجتماعی خود کفالت، سہ ماہی منہاج، لاہور، جلد 2، شمارہ 20، اپریل 1984ء، ص 133-34
35. Najmul Hasan, Social Security System of Islam with Special Reference to Zakah, ICRIE, KA University, 1984, p. 11
36. یوسف القرضاوی، الدکتور، مشکلۃ الفقر و کیف عالجہا الاسلام، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1985، ص 84
37. Dr. S.M. Moin Qureshi, Islamic Model of Slcial Security, Al-Ayyam, Vol. 6, No. 2, 2015, p. 12.
38. مشکلۃ الفقر و کیف عالجہا الاسلام، ص 124
39. ایضاً
40. نور محمد غفاری، پروفیسر ڈاکٹر، سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ، مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، 1991، ص 70-103
41. الجامع المسند الصحیح المختصر (صحیح البخاری) ، حدیث نمبر 2896
42. المعارج: 24-25
43. زکوٰۃ دنیا کی سب سے پہلی اجتماعی خود کفالت، ص 140
44. الملک : 15
45. مشکلۃ الفقر و کیف عالجہا الاسلام، ص 40-49
46. الجمعۃ : 10
47. الجامع المسند الصحیح المختصر (صحیح البخاری) ، حدیث نمبر 2262
48. علامہ البانی نے اس حدیث کو مضطرب المتن ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے؛ الالبانی، محمد ناصر الدین، تخریج احادیث مشکلۃ الفقر و کیف عالجہا الاسلام، المکتب الاسلامی، بیروت، 1984، ص 28؛
49. نسائی ،ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی ،السنن الصغری للنسائي (سنن النسائی)، دارالسّلام للنشر و التوزیع، الریاض، 2000ء ، حدیث نمبر 2599؛ یہ حدیث صحیح ہے ۔الالبانی، محمد ناصر الدین،اروالغلیل،المکتب الاسلامی،بیروت، 1979،حدیث نمبر 877
50. سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1634؛ یہ حدیث حسن ہے ۔الالبانی، محمد ناصر الدین،اروالغلیل،المکتب الاسلامی،بیروت، 1979،حدیث نمبر 877
51. ایضاً، حدیث نمبر 1641؛یہ حدیث حسن ہےجامع الترمذی،حدیث نمبر 1218
52. کتاب الخراج، ص 143-44
53. مشکلۃ الفقر و کیف عالجہا الاسلام، ص 110
54. کتاب الخراج، ص 126
55. نور محمد غفاری، پروفیسر ڈاکٹر ، اسلامی ریاست میں غیرمسلموں کی کفالت، ماہنامہ محدث ، لاہور، جلد 38، عدد 9، ستمبر 2006، ص 79
56. زکوٰۃ کی سب سے پہلی اجتماعی خود کفالت، ص 145